نورانی تاویل یا کشفی تاویل

نورانی تاوِیل یا کشفی تاویل دَورِ قیامت میں حضرت استادِ بزرگوار علاّمہ نصیرالدّین نصیرہونزائی ق س کی اصطلاحات ہیں جو آن بزرگوار ق س نے زمینِ دعوت کے اپنے ربّ کے نور سے روشن ہونے کے لحاظ سے وضع فرمائی ہیں (۳۹ : ۶۹)۔ یہاں سب سے پہلے لفظی طور پر نور کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے کہ نور وہ چیز ہے جو خود روشن ہے اور دوسری چیزوں کو بھی روشن کرتا ہے۔ اور کشف کے لفظی معنی ہیں اس نور کی حقیقت سے دَورِ ستر میں پڑے ہوئے تمثیلی اور تشبیہی پردوں کو ہٹا کر بالکل آشکار کرنا۔ اصطلاحی معنوں کا خلاصہ ذیل میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اختصار کی خاطر اس مقالے میں اسکے بعد صرف نورانی تاویل کی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔

دعوتِ حق کی کتابوں میں "نورانی تاویل" کو "تاویلِ محض مجرد" یا "تاویلِ مجردِ محض" بھی کہا جاتا ہے[۱]۔ "تاویلِ محضِ مجرد" کے بارے میں استادِ بزرگوار فرماتے ہیں : "وہ خالص اور آزاد تاویل یا وہ باطنی علم جو کسی کو عالمِ شخصی میں دیا جاتا ہے، جس میں روحانیت و عقلانیت کے اصل ظہورات و معجزات کا تذکرہ جامۂ تمثیل اور حجابِ تشبیہہ کے بغیر ہوتا ہے، یہ علم سب سے پہلے حضرتِ آدم علیہ السّلام کو دیا گیا تھا"[۲]۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ شریف کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاویل کے حجابات نہ فقط تنزیل کی جسمانی تمثیلات و تشبیہات ہیں بلکہ خود تاویل

کے بھی ہیں ۔ اس لئے کہ قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر باطن کے اندر کئی بواطن ہیں۔[۳] نیز تنزیل کا تعلق رسول اللہ یا ناطق کے زمانے سے ہے لیکن تاویل کا تعلق ان کے پورے دَور سے ہے ، جو کم و بیش ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس پورے دَور میں زمان و مکان کے تقاضوں کی وجہ سے معنوی اور صوری دونوں اعتبارات سے تبدیلیوں کا ایک سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ حقیقت قرآنِ کریم کی ان آیات (۷: ۵۲-۵۳) سے واضح ہے۔ خاص کر جہاں خدا فرماتا ہے: "یَوْمَ یَأْتِیْ تَأْوِیْلُهٗ" یعنی جس دن اس (یعنی قرآن) کی تاویل آتی ہے یا آئے گی۔ لفظ "یَأْتِیْ" مضارع کا صیغہ ہے جس کے معانی کا اطلاق حال اور مستقبل دونوں پر ہوتا ہے، یعنی یہ کام پورے دَور تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ حضرتِ مولانا امام سلطان محمد شاہ الحسینیؑ فرماتے ہیں :

> **"... while the words of the Koran remain the same, every generation, every century, every period, must have a new and different interpretation to that of the past, otherwise Islam will die ...."**

یعنی جہاں قرآن کے الفاظ وہی رہتے ہیں، ہر نسل، ہر صدی، ہر وقت کیلئے ایک نئی اور ماضی کی تاویل سے الگ ایک [تاویل] کی لازمی ضرورت ہے، نہیں تو اسلام باقی نہیں رہے گا۔[۴]

نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس برگزیدہ ہستی کو خدائے تعالیٰ تاویل کیلئے مقرر فرماتا ہے، اس کیلئے تاویل کرنے کیلئے کوئی قاعدہ اور قانون مقرر نہیں ہوتا بلکہ وہ انسان کے دینی اور دنیوی امور کا مختارِ کُل اور روحانی اور جسمانی جملہ بیماریوں کا حکیمِ مطلق ہے[۵] اس لئے ہر فرد اور ہر جماعت کیلئے الگ الگ تاویلیں بھی دے سکتا ہے۔ مثلاً کچھ بیماریوں کیلئے زہر کا عنصر شفا کا باعث ہوتا ہے، لیکن دوسری

بیماریوں کیلئے جان لیوا۔ اسی سلسلے میں امامِ عالی مقام فرماتے ہیں کہ جب آپ کے سر میں درد ہوتا ہے تو ڈاکٹر آپ کو سر کی دوا دیتا ہے تو اس سے آپ کو فائدہ ہوتا ہے۔ چھ مہینے کے بعد پاؤں درد کرنے لگے تو یہ سر کی دوا لگائیں تو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس وقت آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں، وہ پاؤں کی دوا دے گا، اس سے پاؤں کو فائدہ ہوگا (مفہوم)[۶]۔ وقت اور حالت کے مطابق تاویل کے بدلنے کے بارے میں امامِ عالی مقام مزید فرماتے ہیں: "ہم نے اپنی امامت کے ستر برسوں میں ستر مرتبہ تبدیلیاں کی ہیں، یعنی ابتدائی فرامین اور موجودہ فرامین میں بہت تفاوت دیکھو گے"۔[۷]

الغرض تاویل کا یہ عمل دَورِ قیامت کے آغاز پر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کسی جسمانی تمثیل و تشبیہہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس صورت میں تاویل کو "تاویلِ محضِ مجرد" یا "تاویلِ مجردِ محض" کہا جاتا ہے۔ استادِ بزرگوار اس حقیقت کو آسان لفظوں میں سمجھانے کیلئے "نورانی تاویل" یا "کشفی تاویل" کی اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم سے یہ واضح ہے کہ اس (یعنی قرآن) کی تاویل جاننے والا خود خدائے تعالیٰ ہے اور راسخون فی العلم (۳: ۷) اور راسخون فی العلم سے مراد خود آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق آپؐ خود اور مولانا علی علیہ السّلام اور پھر آلِ نبیؐ اور اولادِ علیؑ ہیں یعنی آپؐ اور حضرتِ فاطمہ علیہا السّلام کی اولاد سے منصوص ائمۂ طاہرین علیہم السلام۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اَنَا صَاحِبُ التَّنْزِیْلِ وَعَلِیٌّ صَاحِبُ التَّأْوِیْلِ"[۸]۔ یعنی میں صاحبِ تنزیل ہوں اور علی صاحبِ تاویل ہیں۔ اور پھر آلِ نبیؐ و اولادِ علیؑ کی قرآن کی تاویل اور امّت کی ہدایت سے دائمی وابستگی کے بارے میں حدیثِ ثقلین میں فرماتے ہیں: "اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقْلَیْنِ: کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ، مَااِنْ تَمَسَّکْتُمْ

بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ"۔ یعنی میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں، خدا کی کتاب اور میری عترت، چھوڑ دیتا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑو گے، میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو جاؤ گے۔ اس کی مزید وضاحت حضرت امام باقرؑ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ سے "اَلرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ" (۳: ۷) کے بارے میں پوچھنے پر فرمایا تھا: "رَسُوْلُ اللّٰہِ اَفْضَلُ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ، قَدْ عَلَّمَہُ اللّٰہُ جَمِیْعَ مَا اَنْزَلَ عَلَیْہِ مِنَ التَّنْزِیْلِ وَالتَّأْوِیْلِ وَمَا کَانَ یَنْزِلُ عَلَیْہِ شَیْءٌ اِلَّا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَہٗ۔ ثُمَّ الْاَوْصِیَاءُ مِنْ بَعْدِہِ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَعْلَمُوْنَ تَأْوِیْلَہٗ کُلَّہٗ"۔ یعنی رسول اللہ راسخون فی العلم میں افضل تھے اور یقیناً خدا نے انہیں وہ سب کچھ سکھایا تھا جو تنزیل و تاویل میں سے ان پر نازل کیا کرتا تھا، اور ان پر کوئی چیز نازل نہیں ہوتی تھی سوائے اس کے کہ آپ اس کی تاویل جانتے تھے۔ پھر ان کے بعد اوصیاء راسخون فی العلم ہیں جو اس (یعنی قرآن) کی تاویل کو پوری طرح جانتے ہیں۔ الغرض ہر چند کہ آنحضرت تاویل کے جاننے میں سب سے افضل تھے، لیکن عملی طور پر یہ کام اپنے وقت میں مولانا علیؑ کرتے تھے اور پھر ہر زمانے میں اس کا مالک آلِ نبیؐ اور اولادِ علیؑ سے منصوص امام علیہ التّحیۃ والسّلام۔

اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم سے یہ بھی واضح ہے کہ حضرتِ آدمؑ کے زمانے سے تا ایندم انبیاء وائمہ علیہم السّلام کا اصل کام نفوسِ خلائق کو سکھانا اور اپنا جیسا بنانا ہے، جیسا کہ حضرتِ ابراہیمؑ کا قول قرآنِ کریم میں حکایتاً آیا ہے: "فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ" (۱۴: ۳۶)، پس جو شخص میری پیروی کرتا ہے، یقیناً وہ مجھ سے ہے۔ اس لئے ہر چند تاویل کا علم اصل میں امامِ زمان علیہ السّلام کے پاس ہے، لیکن امامِ زمان کی مکمل شناخت اور اطاعت کے نتیجے میں امام کا نور مریدوں میں بھی طلوع ہوتا ہے اور ان کو بھی تاویل کرنے کی اجازت مل جاتی ہے اور وہ بھی جسمانی دنیا

میں ہونے کے باوجود عالمِ امر کو چشمِ باطن سے دیکھ سکتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ناصر خسروؒ کے ان مشہور اشعار میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

برجانِ من چو نورِ امامِ زمان بتافت
لیل السرار بودم و شمس الضحٰی شدم
نامِ بزرگ امامِ زمان است ازین قبل
من از زمین چو زہرہ بدو بر سما شدم[11]

"میری جان پر جب امامِ زمان کا نور طلوع ہوا تو ہر چند کہ میں قبلاً اماوس تھا، خورشیدِ رخشان ہو گیا۔
اسمِ اعظم امامِ زمان ہے، اسی لئے اس [مقدس] اسم کی برکت سے میں زہرہ کی طرح آسمان پر جا پہنچا۔"

چنانچہ سیدنا ناصر خسروؒ نے اسی نور کی روشنی میں اپنے زمانے کے امام کی اجازت سے تاویل پر وجہِ دین جیسی کتاب لکھی۔ سیدنا ناصر خسروؒ کی طرح دوسرے بہت سے بزرگانِ دین میں بھی یہ نور طلوع ہوتا رہا ہے اور ان کو بھی تاویل کرنے کی اجازت ملتی رہی ہے۔ چنانچہ دعوتِ حق کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً سیدنا جعفر بن منصور الیمنؒ کی تاویل الزّکوٰۃ، سیدنا قاضی نعمانؒ کی تاویل الدّعائم، سیدنا المؤیدؒ کی المجالس، سیدنا پیر صدر الدّینؒ، سیدنا پیر حسن کبیر الدّینؒ کے گنان، وغیرہ۔

ہمارے اپنے عظیم دَورِ قیامت میں اس نورانی روایت کی ایک نہایت درخشان مثال استادِ بزرگوار ہیں۔ آپ کو بھی یقیناً اپنے زمانے کے امامِ برحق کی طرف سے تاویل کرنے کی اجازت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ نے کمالِ

شکرگزاری کے ساتھ اپنی پُربہا زندگی کو اس مقدس فرض کیلئے وقف کیا تھا۔ آپ نے نظم و نثر میں ایک سو سے اوپر نورانی تاویل پر کتابیں لکھی ہیں جو اس بابرکت اجازت کا ایک عملی ثبوت بھی ہے، اس لئے کہ ایسی کتابیں کسی مؤیَّد ہستی کے بغیر اور کوئی نہیں لکھ سکتا ہے۔ مولانا حاضر امام نے ان کو شرف قبولیّت سے نوازا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ آپ میں جو علم و دانش ہے اس کی جماعت تک وسیع پیمانے پر رسائی ہو۔[12]

فقیر حقیر
مرکزِ علم و حکمت، لندن
۵ ر اگست ۲۰۲۱ء

حواشی

۱ سیدنا ناصر خسروؒ، وجہِ دین، تصحیح غلام رضا اعوانی (تہران، ۱۹۷۷ء)، ص ۳۰۶؛ نیز دیکھئے :- سیدنا ہبۃ اللہ المؤید فی الدین شیرازیؒ، المجالس المؤیدیہ، تحقیق، حاتم حمید الدین (آکسفورڈ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)، II، ۶۱۲؛ ایضاً، (۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)، III، ۸-۹

۲ علّامہ نصیر الدین نصیرؔ ہونزائیؒ، لعل و گوہر (کراچی، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۱۱

۳ ____، ہزار حکمت (کراچی، ۲۰۰۵ء)، صص ۱۱۴، ۳۹۶

۴ مولانا امام سلطان محمد شاہ الحسینیؑ، Mubarak Talika and Messages (ممباسہ، ۱۹۵۵ء)، ص ۳۲

۵ سیدنا ناصر خسروؒ، جامع الحکمتین، تصحیح ہنری کُربین و محمد معین (تہران، پیرس، ۱۹۵۳ء)، صص ۱۴-۱۵

۶ مولانا امام سلطان محمد شاہ الحسینیؑ، کلامِ امامِ مبین (گجراتی) (بمبئی، ۱۹۵۰ء)، حصّۂ اوّل، ۱۲۵-۱۲۶

۷ ایضاً، (بمبئی، ۱۹۵۱ء)، حصّۂ دوم، ۴۹۱

۸ المجالس المؤیدیہ، II، ۳۹۵

۹ ایضاً، ۲۱۸، ۵۵۷

۱۰ سیدنا قاضی نعمانؒ، دعائم الاسلام، تحقیق آصف بن علی اصغر فیضی (قاہرہ، ۱۹۶۳ء)، حصّۂ اوّل، ۲۲-۲۳

۱۱ سیدنا ناصر خسرو، دیوان، تحقیق سید نصر اللہ تقوی (تہران، ۱۳۶۷شمسی، ۱۹۸۸ء)، ص ۲۷۳

۱۲ عظیم علی لاکھانی، علّامہ نصیر الدین نصیرؔ ہونزائی کے عظیم علمی کارنامے (کراچی، ۲۰۱۳ء)، ص ۴